کمرشل انٹرسٹ کی فقہی حیثیت

کا

تنقیدی جائزہ

از جناب مولوی فضل الرحمٰن صاحب ایم اے ال ال بی (علیگ)
ادارۂ علوم اسلامیہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

(۴)

مجموعہ کا تیسرا مقالہ "کمرشل انٹرسٹ کی فقہی حیثیت" بھی جعفر شاہ صاحب پھلواروی کا ہے۔ فہرست مضامین میں اس مقالہ کا عنوان "کمرشل انٹرسٹ کی دینی حیثیت" دیا ہوا ہے۔ موصوف کا طرز استدلال اور انداز بحث پچھلے مقالہ پر گفتگو سے واضح ہو چکا ہوگا۔ یہ مقالہ بھی اس اعتبار سے پچھلے مقالہ سے کچھ مختلف نہیں بلکہ اپنی جدت طرازیوں کے لحاظ سے اس سے کچھ زیادہ ہی ہے۔ موصوف نے یہ مقالہ جناب یعقوب شاہ صاحب کے مقالہ کے بعد لکھا تھا اور جولائی ۱۹۵۵ء کے "ثقافت" میں شائع کرایا تھا۔ آپ یعقوب شاہ صاحب کے بنیادی مفروضے (کمرشل انٹرسٹ زمانہ نزولِ قرآن میں موجود نہ تھا) کی صحت کو تسلیم کر کے از روئے قیاس کمرشل انٹرسٹ کی حلت و حرمت معلوم کرنا چاہتے ہیں اور اس بات کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں کہ کمرشل انٹرسٹ کو جائز تجارت پر قیاس کیا جائے یا ناجائز ربوا پر۔ جناب یعقوب شاہ صاحب کا مفروضہ تاریخی شواہد کے ذریعہ غلط ثابت ہو چکا ہے اور یہ بات واضح کی جا چکی ہے کہ کمرشل انٹرسٹ اس دور میں معلوم اور رائج تھا۔ اس حقیقت کے پیشِ نظر فاضل مؤلف کی اس قیاسی جد و جہد کی کوئی فقہی قدر و قیمت باقی نہیں رہ جاتی لیکن کیونکہ موصوف نے بعض فقہی مباحث کو انتہائی مغالطہ آمیز صورت میں پیش کیا ہے اس لئے اس مقالہ پر گفتگو کی ضرورت محسوس کی گئی۔

ؐ۱ کمرشل انٹرسٹ صفحہ ۶۶

فاضل مولف کا یہ خیال بالکل صحیح ہے کہ کسی چیز کا محض نام یا اس نام کا کسی دوسری زبان میں ترجمہ خود اس شے کی حلت و حرمت کے بارے میں کوئی فیصلہ کن چیز نہیں' شریعت کسی شے کے حلال یا حرام ہونے کا فیصلہ اس کی حقیقت و ماہیت کی بنا پر کرتی ہے نہ کہ تسمیہ و ترجمہ پر۔ لیکن بڑی حیرت ہو کہ موصوف یہ سمجھتے اور کہنے کے بعد معاً 'ربوا' کے انگریزی ترجمہ پر تل جاتے ہیں۔ حالانکہ خود مولف کے خیال کے مطابق ربوا کا کسی دوسری زبان میں ترجمہ اس وقت تک بے فائدہ بلکہ نامناسب ہو۔ جب تک واضح طور سے خود 'ربوا' کی حقیقت و ماہیت متعین نہ ہو جائے' جس کے لئے یہ مقالہ لکھا جا رہا ہے' فاضل مولف کو 'ربوا' کے نہ صرف ترجمے بلکہ انگریزی ترجمے پر اصرار ہے جس سے خیال ہو سکتا ہو کہ شاید موصوف کے نزدیک 'ربوا' کا انگریزی ترجمہ کسی خاص طریقے سے 'ربوا' کی حلت و حرمت میں دخل رکھتا ہو یہاں تک بھی غنیمت ہو لیکن یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہو کہ وہ پورا زور اس پر لگا رہے ہیں کہ کسی طرح توڑ مروڑ کر یہ ثابت کر دکھائیں کہ 'ربوا' کا انگریزی ترجمہ صرف یوژری (USURY) ہو سکتا ہو۔ انٹرسٹ (INTEREST) نہیں مزے کی بات یہ ہو کہ "ربوا" کے انگریزی ترجمہ کے لئے موصوف نے سند پیش کی ہو تو عربی۔ انگریزی لغت 'الفرائد الدریہ' حالانکہ 'الفرائد الدریہ' سرے سے عربی زبان و ادب کے بارے میں کوئی قابل استناد لغت نہیں سمجھی جاتی' چہ جائیکہ ان اصطلاحی الفاظ کے ترجمہ کیلئے استعمال کیا جائے جو براہِ راست شریعتِ اسلامیہ سے متعلق ہیں' کیا فاضل مولف کو اتنی اہم اصطلاح کے معنے معلوم کرنے کے لئے کوئی ایسی لغت نہیں مل سکتی تھی جس کا پایہ اہلِ زبان کے نزدیک مسلم ہو اور جسے زبان و ادب کے بارے میں اختلافی امور کے لئے بطور سند پیش کیا جا سکے لیکن اگر مولف کو عربی۔ انگریزی لغت ہی پر اصرار تھا تو انہیں اس بات سے کون مانع تھا کہ وہ لین (LANE) کی عربی۔ انگریزی لغت اٹھا کر دیکھ لیتے جو الفرائد الدریہ' سے اس اعتبار سے بدرجہا بہتر ہے کہ اس میں مولف معنی کے اصل مآخذ کا حوالہ دیتا جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ کسی نہ کسی حد تک قابلِ اعتبار بھی ہے اگر موصوف نے اتنی تکلیف گوارا کی ہوتی تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ 'لین' نے "ربوا" کے معنی صاف طور سے یوژری اور انٹرسٹ دونوں دیئے ہیں۔[1] فاضل مولف نے اس سلسلہ میں اکسفورڈ ڈکشنری کے بعض حوالے بھی دیئے ہیں جو نفسِ مسئلہ کے پیش نظر قطعاً بے محل

---

[1] دیکھئے مادہ 'ربوا' LANE:- ARABIC ENGLISH LEXICON BOOK 1- PART 3 NEWYARK 1956

اور بے کار ہیں۔ حیرت ہے کہ الفرائد الدریہ اور آکسفورڈ ڈکشنری کے ذریعہ یہ مسئلہ موصوف کے نزدیک طے ہوجاتا ہے اور وہ اُس فاضلانہ نتیجہ پر پہونچ جاتے ہیں کہ " ربوا دراصل یوژری ہے اور انٹرسٹ کا صحیح ترجمہ سود ہے جو جائز اور ناجائز دونوں ہوسکتے ہیں"[۵] اگر حلت وحرمت کے مسائل اس طرح طے ہوسکتے ہیں اور مذکورہ کتابوں کی طرح کے حوالے اس بارے میں کافی ہیں تو جو لوگ دینی مسائل کی تحقیق کے لئے قرآن وسنت کی طرف رجوع اور صحابہ و مجتہدین کے اقوال وغیرہ کی تحقیق وترجیح کرتے رہے ہیں انھوں نے بیکار اتنی دردسری مول لی۔ فاضل مولف نے اس لغوی تحقیق کے بعد فیصلہ صادر فرمایا ہے کہ "کمرشل انٹرسٹ کا ترجمہ تجارتی سود کے بجائے تجارتی منافع یا ربح کرنا زیادہ درست ہے کیونکہ ہماری فکرِ خام اسی نتیجہ پر پہونچی ہے کہ کمرشل انٹرسٹ ربوا نہیں بلکہ ربح ہے اور اس کے جواز کی کوئی دلیل کتاب وسنت میں نہیں ملتی تو عدمِ جواز کی دلیل بھی نہیں ملتی"[۶] علاوہ اس امر کے کہ یہ جملے فاضل مولف کے اس ذہنی رجحان کی غمازی کرتے ہیں کہ موصوف پہلے ایک بات طے کرلیتے ہیں اور اس کے بعد اس کی موافقت یا مخالفت میں دلائل لاتے ہیں، یہ بات بڑی عجیب ہے کیونکہ ربح کے جواز پر تو کتاب وسنت سے بے شمار دلائل لائے جاسکتے ہیں۔ اگر "کمرشل انٹرسٹ" موصوف کے قول کے مطابق "ربوا نہیں بلکہ ربح ہے" تو اس کے جواز کی دلیل نہ ملنے کا کیا مطلب۔

اصل بحث کی طرف آتے ہوئے موصوف دعوے کرتے ہیں کہ نفع کی دو شکلیں ہیں "ایک مضاربت دوسرے کمرشل انٹرسٹ اور کوشش کرتے ہیں کہ مضاربت، کمرشل انٹرسٹ اور ربوا میں باہم جو مشابہت اور فرق ہے اس کی نشان دہی کریں تاکہ یہ معلوم ہوسکے کہ کمرشل انٹرسٹ ان دونوں میں سے کس سے ملحق کیا جانا چاہیے۔ ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ اپنی اس "تحقیق" میں موصوف نے بیک وقت اتنی متضاد اور متناقض باتیں کہی ہیں کہ پڑھنے والا اس نتیجہ پر پہونچنے پر مجبور ہوجاتا ہے کہ فاضل مولف کو فقہ اسلامی تو ایک طرف، رائج الوقت ملکی قانون کی ابتدائی باتوں کا بھی علم نہیں جو ماہرینِ قانون کی نہیں بلکہ عوام کی جانی پہچانی چیزیں ہیں۔

---

[۵] کمرشل انٹرسٹ ص ۶۹ [۶] ایضاً

موصوف کمرشل انٹرسٹ کی وضاحت اس طرح کرتے ہیں کہ اگر ایک شخص دوسرے کو تجارت کرنے کے لئے کچھ روپیہ قرض دے اور یہ طے کرے کہ نفع میں سے ایک معین رقم (راس المال کے علاوہ) مقررہ میعاد پر لیا کرے گا تو یہ رقم کمرشل انٹرسٹ کہلائے گی۔ مثلاً اگر کوئی شخص دو ہزار روپیہ قرض دیتا ہے اور اس کے عوض ایک معین رقم مثلاً چالیس روپے ماہانہ (راس المال کے علاوہ) وصول کرتا ہے تو اس چالیس روپے کی (جو کمرشل انٹرسٹ ہوا) شکل موصوف کے نزدیک بالکل "ربوا کی سی نظر آتی ہے"[1] موصوف جان بوجھ کر "ربوا کی سی" کے الفاظ استعمال کرتے ہیں، جن کا مفہوم اُن کے نزدیک صرف یہ ہے کہ صورت مذکورہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے ربوا نہیں صرف صورتاً ربوا کے مشابہ ہے۔ اس بات کی وضاحت مقالہ کے اگلے صفحات میں ملتی ہے۔ موصوف کمرشل انٹرسٹ اور ربوا میں مشابہت بتاتے ہوئے کہتے ہیں کہ "کمرشل انٹرسٹ میں ربوا ہی کی طرح منافع کی رقم معین ہے جو بہرحال قرض لینے والا ادا کرتا ہے"[2]۔ ان دونوں میں تبائن یہ بتایا گیا ہے کہ ربوا میں منافع لینے والے کا "یک طرفہ منافعہ ہوتا ہے برخلاف اس کے کہ کمرشل انٹرسٹ میں" منافعہ لینے والے کا یک طرفہ منافعہ نہیں ہوتا"[3]۔

کمرشل انٹرسٹ اور ربوا کی مشابہت کی حد تک تو موصوف سے پورا اتفاق کیا جا سکتا ہے۔ نہ صرف اتنا ہی بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ مشابہت صوری نہیں بلکہ، جیسا کہ معلوم ہوگا، حقیقی ہے اور اس مشابہت کے تسلیم کر لینے کے بعد ان دونوں میں کوئی بنیادی فرق کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔ لیکن جس تبائن کا دعویٰ کیا گیا ہے وہ کسی طرح قابل تسلیم نہیں۔ اس بات پر افسوس ہوتا ہے کہ فاضل مقالہ نگار نے اتنے اہم دعویٰ پر جو اُن کے خیال میں کمرشل انٹرسٹ کی حلت کی بنیاد ہے کوئی مضبوط دلیل قائم کرنا ضروری نہیں سمجھا، حالانکہ یہ دلیل اس لحاظ سے بھی ضروری ہے کہ اگرچہ فاضل مولف اس بات کے مدعی ہیں کہ کمرشل انٹرسٹ میں حقیقتاً نفع نقصان دونوں میں شرکت ہوتی ہے۔ تاہم وہ اتنی بات ضرور مانتے ہیں کہ بظاہر ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ صرف منافعے میں شرکت ہو رہی ہے۔ نامناسب نہ ہوگا اگر ناظرین کے سامنے وہ دلیل (اگر اس کو دلیل کہا جا سکتا ہے) رکھ دی جائے جو بزعم مولف اس دو طرفہ منافعہ کے وجود کا ثبوت فراہم کرتی ہے۔ موصوف کا

---

[1] کمرشل انٹرسٹ ص ۱۔ [2] حوالہ بالا ص ۳۔ [3] حوالہ بالا ص ۴۔

کہتا ہے کہ "قرض لینے والا اپنے تجربہ اور عقل سے اندازہ لگاتا ہے اور وہ بڑی حد تک درست بھی ہوتا ہے کہ اس رقم کو تجارت میں لگانے کے بعد نفع نقصان کو ملا کر بھی اتنی بچت ہوگی جس میں ہم قرض دینے والے کو اتنا دے دیں جب بھی ہمیں اتنا بچے گا۔ وہ اس رقم کو ایک مدت معینہ تک الٹ پھیر کرنے کی اسکیم بناتا ہے اس میں وہ اپنے نقصان کا بھی پرسنٹیج نکال لیتا ہے اور فی صد نفع کا بھی اندازہ کر لیتا ہے اسکے بعد وہ یہ طے کر لیتا ہے کہ اگر ہم کم از کم اتنا ماہانہ منافع دے دیا کرینگے تو ہمارا کوئی نقصان نہیں ہوگا بلکہ پھر بھی ہم نفع ہی حاصل کرینگے۔ مثلاً نفع و نقصان نکالکر ہم دس فی صد منافعہ کما کر اس میں سے تین یا چار فی صد قرض دینے والے کو ادا کیا کریں گے۔ یہ صورتِ حال ایسی ہے کہ اگرچہ بظاہر قرض دینے والے کو صرف منافعہ حاصل ہوتا ہے لیکن دراصل وہ اس نقصان میں بھی شریک ہوتا ہے جو قرض لینے والا کاروباری شخص دوران تجارت میں اٹھاتا رہتا ہے۔ فرق یہ ہے کہ منافعہ تو اسے نظر آجاتا ہے مگر نقصان نظر نہیں آتا ہے جو کچھ منافعہ ملتا ہے وہ دراصل نفع و نقصان دونوں سے چھن کر آتا ہے۔ لہذا ظاہری صورت صرف منافع کی نظر آتی ہے اس لئے یہ ربوا دکھائی دیتا ہے لیکن دراصل وہ نفع و نقصان دونوں میں شریک ہوتا ہے[1]"

ہم نے اتنا طویل اقتباس محض اس لئے دیا ہے کہ قارئین خود اندازہ کر لیں کہ فاضل مولف کتنے اہم معاملے کے بارے میں کتنی مغالطہ آمیز گفتگو کرتے ہیں اور کتنی سطحی باتوں کو دلیل سمجھ بیٹھتے ہیں۔ اس عبارت میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ موصوف کی بڑی مخلصانہ قلبی خواہش ہو سکتی ہے اور اس کا کسی نہ کسی حد تک احترام بھی کیا جا سکتا ہے مگر کیا کیا جائے خواہشات اور تمناؤں سے نہ تو کسی واقعہ کی حقیقت بدلتی ہے اور نہ انھیں اثباتِ مدعا کے لئے دلیل کے طور پر پیش کرنے کی اجازت دی جا سکتی ہے قرض سرمایہ لیکر کاروبار میں لگانے اور نفع و نقصان دونوں میں شریک سرمایہ کو کاروبار میں لگانے کا جو بنیادی فرق ہے اسے تو ہم آگے واضح کریں گے یہاں صرف اتنا اشارہ کافی ہے کہ موصوف کا مذکورہ دعویٰ اس مفروضہ کا محتاج ہے کہ کاروبار میں چاہے عارضی طور پر قرض لینے والے کو کبھی کبھی نقصان ہو جائے لیکن اس پوری مدت میں جس میں قرض لی ہوئی رقم اس کے پاس رہتی ہے اسے بحیثیت مجموعی لازماً نفع ہوگا۔ فاضل مولف کو چاہیئے

---

[1] حوالہ بالا ص ۷۲ و ۷۳

تھا کہ اس مفروضہ کو واضح طور سے بیان کر دیتے لیکن کیا دنیا میں ہر کاروبار اور صنعت و زراعت کے ہر منفرد ادارے کے بارے میں یہ مفروضہ درست ہے۔ سود کے زبردست حامیوں نے بھی اس قطعیت کے ساتھ اس مفروضے سے کام نہیں لیا جس طرح موصوف کی تحریر سے عیاں ہے۔ علاوہ بریں موصوف صرف یہ کہہ کر کہ "دراصل وہ اس نقصان میں بھی شریک ہوتا ہے جو قرض لینے والا کاروباری شخص دوران تجارت میں اٹھاتا رہتا ہے"۔ اپنی جگہ پر مطمئن ہو جاتے ہیں کہ انھوں نے اس بات کا ثبوت دے دیا کہ قرضخواہ بھی کاروباری شخص کے نقصان میں شریک رہتا ہے حالانکہ ان کی اس بات کی حیثیت ایک بے دلیل دعوے سے کسی طرح زیادہ نہیں۔ ہمیں یہ بدگمانی کرنے کا حق نہیں کہ موصوف دعویٰ اور دلیل و ثبوت میں باہم امتیاز نہیں کر سکتے۔ ہو سکتا ہے کہ نقصان میں شرکت کی شکل موصوف کے ذہن میں یہ ہو (جیسا کہ ص۶۴ پر ایک اشارہ ملتا ہے) کہ صورت مذکورہ میں سرمایہ دینے والا تہ دل سے اس کا خواہشمند ہوتا ہے کہ تجارت میں قرضدار کو فائدہ ہو۔ کیونکہ بصورت دیگر اگر وہ دیوالیہ ہو گیا تو اس کا روپیہ مارا جاتا ہے۔ اگر نقصان کی شرکت کی یہی صورت ہو تو پھر صرفی اور حاجتمندانہ اغراض کے لئے معقول شرح سود پر رقم کے لین دین کو جائز کہنے میں کیا تکلف ہو۔ کیونکہ نقصان کی شرکت کی مذکورہ صورت تو وہاں بھی موجود ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ اچھا ہوتا اگر یہ واضح کر دیا جاتا کہ کیا تجارت کے لئے دیئے ہوئے سودی قرضوں اور صرفی اغراض کے لئے دیئے ہوئے سودی قرضوں میں اس اعتبار سے کوئی بھی فرق ہوتا ہے کہ دونوں صورتوں میں سود سرمایہ دار کے اپنے سرمایہ سے "پرہیز" یا "انتظار" یا "سرمایہ کے استعمال" کا معاوضہ ہوتا ہے جس میں قرضدار کے نقصان میں شرکت یا عدم شرکت کا سوال اٹھانا ہی لغو ہے۔

فاضل مولف کو اس بات پر بھی غور کرنا چاہیئے تھا کہ اگر واقعی اس صورت میں منافع قرضخواہ تک قرضدار کے نفع و نقصان دونوں سے چھن کر آتا ہے اور قرضخواہ برابر اس نقصان میں شریک رہتا ہے (یا اخیر میں ہو جاتا ہے) جو قرضدار کاروبار کے دوران یا اخیر میں اٹھاتا ہے تو سرمایہ کے علاوہ ایک مخصوص رقم کی تعیین اور ادائیگی کی مذمت کی تجدید کی کیا معقولیت رہ جاتی ہے۔ اگر صورت حال یہی ہے تو کیا قرضخواہ یہ گوارا کرلے گا کہ اگر کاروبار میں انجام کار نقصان ہی ہوا تو وہ اس نقصان کے کسی حصّہ کی ذمہ داری اپنے

مقررشدہ منافعہ کے تناسب سے اٹھائے۔ موصوف کے زعم باطل کے برخلاف واقعہ یہ ہے کہ جہاں تک قرضدار کے پاس منافعہ آنے کا تعلق ہے وہ تو واقعی نفع نقصان دونوں سے حصہ کرآتا ہے کیونکہ وہ اپنا سرمایہ لگاتا ہے۔ [اور اکثر اوقات اپنی دماغی وجسمانی محنت صرف کرتا ہے] اور کاروبار کے تمام خطرات (RISKS) برداشت کرتا ہے۔ مگر قرضخواہ کو جو منافعہ کمرشل انٹرسٹ کے نام سے ملتا ہے وہ قرضدار کے نفع نقصان سے بے نیاز قرضدار کی جیب سے آتا ہے۔ قرضخواہ کا سرمایہ بہرحال محفوظ ہوتا ہے۔ وہ کسی ضمانت (SECURITY) پر بھی دیا جاتا ہے اور اس طرح اپنی واپسی کا تیقن لے کر آتا ہے۔ قرضخواہ کا مقررشدہ منافعہ بھی اس سرمایہ کے ساتھ اپنی پوری ادائیگی کی ضمانت لئے ہوئے ہوتا ہے۔ یہ دُہری کھلبلی قرضدار کے کسی بھی نقصان کو قرضخواہ تک پہونچنے دینے سے بڑے موثر اور انتہائی یقینی طریقے سے روک دیتی ہے۔ [دیوالیہ پن کی صورت اوپر مذکور ہو چکی] اور درحقیقت یہی ساری کشش ہو سودی قرضوں میں، خواہ وہ پیداواری مقاصد کے لئے دیئے گئے ہوں یا صرفی اغراض کے لئے، اور ان پر لی ہوئی سودی رقوم میں کہ قرضخواہ کو بغیر کوئی نقصان اور خطرہ برداشت کئے سرمایہ کی حفاظت کے علاوہ ایک معین رقم منافعہ کی ملتی رہتی ہے۔ مذکورہ بالا باتوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے غور کیا جائے تو اس بات میں کوئی شک نہیں رہتا کہ کمرشل انٹرسٹ اپنی حقیقت اور صورت دونوں کے اعتبار سے قطعاً ربوا ہے۔ فاضل مولف نے ان دونوں کے درمیان فرق پیدا کرنے کی جو کوشش کی ہے اس میں وہ قطعاً ناکام نظر آتے ہیں۔

فاضل موصوف نے کمرشل انٹرسٹ اور مضاربت کے تشابہ کو گذشتہ مثال کے ذریعہ واضح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:۔

۱۔ " قرض لینے والا مذکورہ چالیس روپے اپنی جیب سے نہیں دیتا بلکہ وہ اس رقم قرض کو تجارت میں لگا کر مثلاً سو روپیہ ماہانہ کما لیتا ہے اور اسی نفع میں سے چالیس روپے دیتا ہے گویا اس لحاظ سے اس کا چالیس فیصد منافعہ میں شریک ہونا بالکل مضاربت کی سی شکل ہوتی ہے[۱]" اس پہلو کی

---

[۱] کمرشل انٹرسٹ صہ۲

تشریح دوسری جگہ ان الفاظ میں کی گئی ہے کہ کمرشل انٹرسٹ اس پہلو سے بھی مضاربت ہی کہ "جس طرح قرض لینے والا اپنے منافع کا ایک حصہ قرض دینے والے کو دیتا ہے اسی طرح یہاں بھی اپنے منافع ہی میں سے ایک معین حصہ ادا کرتا ہے[1]۔

۲- "قرض لینے والا اس میں بھی کماتا ہے اور اس میں بھی، قرض دینے والا وہاں بھی منافعہ میں شریک ہوتا ہے اور یہاں بھی[2]۔

۳- کمرشل انٹرسٹ میں نفع نقصان دونوں میں شرکت ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے یہ مضاربت ہی کی ایک شکل ہے[3]"۔

موصوف کے نزدیک مضاربت اور کمرشل انٹرسٹ میں صرف اتنا فرق ہے کہ مضاربت میں منافعہ بحصہ رسدی ہوتا ہے جو غیر معین ہو اور کمرشل انٹرسٹ میں نفع متعین ہوتا ہے[4]۔

مضاربت اور کمرشل انٹرسٹ کے تشابہ اور تباین پر گفتگو کرنے سے پہلے ایک قابلِ غور بات یہ ہے کہ فاضل مولف کا اس بات سے کیا مطلب ہو کہ قرضدار یہ رقم اپنی جیب سے نہیں دیتا بلکہ تجارت کے نفع میں سے دیتا ہے۔ کیا مولف کا یہ خیال ہو کہ تجارت کا نفع قرضدار کے جیب کی چیز نہیں، اور اگر کسی سے روپیہ قرض لے کر تجارت کی گئی تو قرضدار نہ اس قرض لی ہوئی رقم کا مالک ہوتا ہے اور نہ اس روپئے سے جو پیداوار ہوئی اور نفع حاصل ہوا اس کا مالک ہوتا ہے۔ فاضل مولف کو اس موقع پر واضح طور سے یہ بتانا چاہئیے تھا کہ قرض لی ہوئی رقم اور اس سے حاصل کردہ نفع پر مولف کے نزدیک قرضدار کے کیا حقوق ہیں۔ موصوف کے نزدیک یہ حقوق مالکانہ حقوق کے علاوہ ہی ہو سکتے ہیں کیونکہ مالکانہ حقوق کی تو موصوف بڑی صراحت کے ساتھ نفی کر رہے ہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ فاضل مولف قرض لینے والے پر احسان کر کے یہ تو مانتے ہیں کہ قرض کی رقم تو اس کی ملکیت ہو گئی لیکن اس نے کیونکہ یہ رقم تجارت کرنے کیلئے لی ہو۔ کیونکہ وہ اس رقم سے تجارت کر رہا ہو اس لئے "بجرم تجارت" کے پیش نظر اس رقم سے حاصل کردہ نفع اس کی بلا شرکت غیرے ملکیت قرار نہیں دیا جا سکتا، اس میں قرضخواہ کا ایک حصہ ضرور ہو گا لیکن اگر اس قرضدار کو تجارت میں نقصان ہو جاتا ہے تو یہ اس کی شومی قسمت ہے۔ قرضخواہ

---

[1] کمرشل انٹرسٹ ص ۷۲ - [2] ایضاً [3] ایضاً [4] ایضاً

کا اس میں کوئی قصور نہیں ۔ لہذا نقصان صرف قرضدار کو بھگتنا ہوگا۔ قرضخواہ کا نہ صرف سرمایہ بلکہ اس کا مقررہ نفع بہر حال محفوظ رہے گا۔ کیا موصوف اس صورت حال کی معقولیت کو شرعی دلائل سے ثابت کر سکتے ہیں۔ یہاں پر ہم موصوف کی خدمت میں یہ عرض کرنے کی جرأت کریں گے کہ دینی مسائل ایسے سطحی اور عامیانہ مغالطوں سے طے نہیں ہوتے۔ حرام اور حلال کے مسائل بڑے ٹھوس دلائل کا مطالبہ کرتے ہیں۔

کیونکہ مضاربت اور کمرشل انٹرسٹ میں تشابہ کی جو وجوہ پیش کی گئی ہیں وہ مضاربت کی نہ صرف ناقص بلکہ غلط تشریحات پر مبنی ہیں اس لئے ضروری ہے کہ مختصر طور سے مضاربت کی تشریح کر دی جائے۔

از روئے لغت مُضارَبت کے معنٰی یہ ہیں کہ ایک شخص دوسرے کو اس شرط پر تجارت کے لئے مال سُپرد کرے کہ منافع میں بحسب شرائط دونوں کا حصہ ہوگا اور نقصان سرمایہ کار کو بھگتنا پڑے گا۔ شرعی اصطلاح میں مضاربت اس عقد کو کہتے ہیں[1] جس میں ایک فریق دوسرے کو اپنا مال اس لئے سپرد کرتا ہے کہ فریق ثانی اس مال سے تجارت کرے اور حاصل شدہ منافع میں مخصوص شرعی شرائط کے ساتھ ایک معقول و مقررہ نسبت سے شریک ہو۔ منافع کا از روئے نسبت طے ہونا (معلوم علی وجہ شائع) مثلاً نصف ثلث وغیرہ جو بھی فریقین میں باہم طے ہو جائے مضاربت کی صحت کی متفق علیہ شرط ہے۔ لہذا اگر منافع کے طور پر کوئی معین مقدار کسی فریق کے لیے مخصوص کر دی گئی[2] یا اس کو جتنا منافع از روئے نسبت ملنا ہے اُس پر کسی معین مقدار کے اضافہ[3] یا کمی[4] کی شرط لگا دی گئی تو ان سب صورتوں میں عقد

---

[1] ہم نے مضاربت کی صرف ان خصوصیات کا ذکر کیا ہے جو بنیادی اور متفق علیہ ہیں۔ دیکھئے ہدایہ مع شرح فتح القدیر: کتاب المضاربت۔ بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد لابن رشد: کتاب القراض ۱/۲۲۳ و مابعدہا (ابن رشد نے مضاربت کے اجماعی مسائل کا ذکر تمہید میں کر دیا ہے) بدائع الصنائع للکاسانی المغنی لابن قدامہ ۵/۱۳۴۔ موطا امام مالک کتاب القراض مصر ۱۹۱۰ ۶/ ۷۹ و مابعدہا المحلی لابن حزم ۸/ ۲۴۷ و مابعدہا، الفقہ علی المذاہب الاربعہ لعبد الرحمٰن الجزیری طبع ثانیہ ۱۹۵۲ ۳/۴۲ و مابعدہا۔ [2] مثلاً جو منافع ہوگا اس میں سے پانچ ہزار روپے ملیں گے۔
[3] مثلاً منافع کا نصف اور دو ہزار روپے مزید ملیں گے۔ [4] مثلاً منافع میں سے چار ہزار روپے منہا کر کے باقی منافع ملے گا یا منافع کے نصف میں سے ایک ہزار روپیہ منہا کر کے باقی نصف منافع ملے گا۔

مضاربت فاسد ہو جائے گا۔ کاروبار میں نقصان ہونے کی صورت میں خسارہ سرمایہ کار کو بھگتنا پڑے گا فقہا نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ مضاربت میں اگر سرمایہ کار نے یہ شرط لگائی کہ نقصان محنت کار کے ذمہ ہوگا تو یہ شرط باطل ہے[۵۱]۔ اگر یہ شرط کی گئی کہ کل منافعہ محنت کار کا ہوگا یہ تو معاملہ قرض کا سمجھا جائے گا۔ اگر راس المال کا کوئی حصہ تلف ہو جائے تو محنت کار پر تاوان لازم نہ آئے گا۔ بشرطیکہ اس کی تعدی یا لاپرواہی سے ایسا نہ ہوا ہو۔ مضاربتِ صحیحہ کا حکم یہ ہے کہ وہ عقد لازم نہیں، چنانچہ محنت کار کے محنت شروع کرنے (یعنی مال میں تصرف کرنے) سے پہلے تک فریقین کو عقد منسوخ کرنے کا اختیار ہے۔ مضاربت کے عقد میں محنت کار کا نفع میں اپنا حصہ وصول کرنے کا حق اس وقت پیدا ہوتا ہے جبکہ عملاً سرمایہ سے منافعہ کی صورت میں پیداواری ہو جائے۔ مضاربتِ فاسدہ کا حکم یہ ہے کہ اسے فسخ کیا جائے اور مال سرمایہ کار کو واپس کر دیا جائے[۵۲]۔ اس طرح مضاربت کی شرعی اصطلاح میں اس لفظ کے لغوی معنی مع شے زائد (یعنی وہ مخصوص شرائط جو شریعت کی نظر میں اسے صحیح یا فاسد قرار دیتی ہیں) محفوظ ہیں۔ تشریحاتِ بالا سے معلوم ہوا ہوگا کہ مضاربت شرکت کی وہ مخصوص قسم ہے جس میں ایک جانب سے سرمایہ اور دوسری جانب سے محنت لگائی جاتی ہے منافعہ میں طرفین کا حصہ از روئے نسبت ہوتا ہے اور خسارہ سرمایہ کار کے ذمہ ہوتا ہے اور اس طرح نفع اور نقصان دونوں میں فریقین کی شرکت ہوتی ہے۔

مضاربت اور کمرشل انٹرسٹ کے وہ واضح فرق جو سرسری طور پر غور کرنے سے معلوم ہو سکتے ہیں حسب ذیل ہیں:-

---

۵۱ "کاشتراط ابو حنیفۃ علی المضارب لا یفسد المضاربۃ ویبطل الشرط" ہدایہ آخرین مع حاشیہ مولانا عبدالحئی ۱۵۶/۲ نیز بدایۃ المجتہد ۲۳۹/۲ : بدائع ۷۷/۶

۵۲ یہ اس وقت تک ہے جب تک کہ محنت کار نے اس سرمایہ کو کاروبار میں نہیں لگایا۔ اگر مضاربت فاسد ہو اور محنت کار نے سرمایہ کاروبار میں لگا دیا تو یہ معاملہ اجارہ میں تبدیل ہو جائے گا، نفع سرمایہ کار کا ہوگا اور محنت کار کو علی حسب اختلاف الفقہاء ۱۔ قراض مثل ۲۔ اجارہ مثل ۳۔ قراض مثل، لم یکن اکثر ما سماہ یا ۴۔ قراض مثل فی کل منفعۃ کا حق ہوگا۔ ابن رشد: بدایۃ المجتہد، کتاب القراض، القول فی حکم القراض الفاسد ۲۴۰/۲

(۱) مضاربت شرکت (PARTNERSHIP BY AGREEMENT) کا ده مخصوص معاملہ ہو جس میں دو برابر کے شریکوں میں سے ایک اپنا مال لگاتا ہے اور دوسرا اپنی محنت ۔ کمرشل انٹرسٹ قرض کا معاملہ ہے جس میں شرکت کا کوئی سوال نہیں شرکت اور قرض[۱] بنیادی طور سے دو مختلف معاملات ہیں ۔

(۲) مضاربت میں شرکت حصول منافع کے مقصد سے ہوتی ہو. اس مقصد کی تشریح یہ ہے کہ ایک فریق (محنت کار) اپنی محنت دوسرے فریق (سرمایہ کار) کے سرمایہ پر لگاتا ہے . تاکہ اس محنت کے ذریعے وہ سرمایہ بارآور ہو اور اُس بارآوری کے نتیجہ میں محنت کار کو حاصل شدہ منافع میں سے حصّہ ملے ۔ قرض کے معاملہ میں کیونکہ سرے سے کوئی شرکت نہیں ہوتی اس لئے شرعًا باہمی حصول منافع نہ اس کا مقصد قرار دیا جاسکتا ہو اور نہ شریعت قرض کے بارے میں اسے معتبر قرار دیتی ہے، شریعت میں قرض کی حیثیت تبرع کی ہے ۔

(۳) مضاربت میں شروع سے آخر تک یعنی مضاربت کی رقم کی (محنت کار کے ہاتھ میں) وصولیابی سے لیکر سرمایہ کی بارآوری تک محنت کار کی کئی حیثیتیں ہوتی ہیں :۔

۱۔ سرمایہ وصول کرنے سے سرمایہ کاروبار میں لگانے تک، یا بالفاظِ دیگر اس پر محنت صرف کرنے تک اُس کی حیثیت امین (TRUSTEE OR DEPOSITARY) کی ہوتی ہے ۔

۲۔ سرمایہ کاروبار میں لگانے سے لیکر مال کی بارآوری تک اس کی حیثیت سرمایہ دار کے وکیل یعنی نائب (AGENT) کی ہوتی ہے ۔

۳۔ مال کی بارآوری کے بعد اس کی حیثیت شریک (PARTNER) کی ہوجاتی ہو۔ منافع کی تقسیم کے بعد عقدِ مضاربت ختم ہوجاتا ہے اور اس کے ساتھ محنت کار کی مذکورہ حیثیات بھی ۔ علیٰ ہذالقیاس سرمایہ کار کی حیثیت مالک مالِ اصیل اور شریک کی ہوتی ہے منافع کی تقسیم کے بعد آخری دو حیثیتیں ختم ہوجاتی ہیں اور مالکیت کی حیثیت برقرار رہتی ہے ۔

قرض کے معاملہ میں رقم قرض کی وصولیابی سے لیکر اس کی واپسی تک قرضدار کی حیثیت صرف ایک ہوتی ہو ۔ یعنی وہ قرض لی ہوئی رقم کے مثل کی واپسی کا ذمہ دار یا دوسرے الفاظ میں اُتنی رقم کے برابر رقم کا دین دار ہوتا ہو اس پوری مدت میں وہ امین یا نائب یا شریک کچھ بھی نہیں ہوتا اسی طرح قرض دینے والے کی حیثیت صرف

[۱] قرض کے بارے میں تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو بدائع الصنائع [illegible] ج ۷ ص ۳۹۶ [illegible] ۲۵۳/۴ [illegible] ۱۴۱/۲ [illegible] ۶۶/۲ [illegible] الفقہ علی المذاہب [illegible] ۳۳۸/۲ [illegible]

قرض دی ہوئی رقم کے واپس لینے کے حق کے مالک کی ہوتی ہے نہ کہ اصیل یا شریک کی۔

(۴) مضاربت میں امین ہونے کی حیثیت سے محنت کار کے سپرد کی ہوئی رقم اس کے ہاتھ میں امانت ہوتی ہے۔ وہ اس کی مناسب طریقوں سے حفاظت کرنے پر مامور ہے اگر رقم تلف ہو جائے تو اس پر ضمان نہیں بشرطیکہ اس کی تعدی کو دخل نہ ہو۔ وہ رقم علیٰ حالہ سرمایہ کار کی ملکیت ہے اور کیونکہ محنت کار اس رقم کا مالک نہیں ہے لہذا وہ اس پر من مانے تصرفات کا حق نہیں رکھتا۔

قرض دی ہوئی رقم پر سے قرضخواہ کے مالکانہ حقوق ختم ہو جاتے ہیں اور قرضدار اس کا بلا شرکت غیرے مالک ہو جاتا ہے۔ وہ اس پر ہر قسم کے تصرفات کا حق رکھتا ہے اور اپنے ان تصرفات میں قرضخواہ یا کسی دوسرے شخص کا پابند نہیں ہے۔ اگر رقم تلف ہو جائے تو قرضخواہ کو اس سے کوئی واسطہ نہیں، وہ بہر حال اپنی پوری رقم کی وصولیابی کا حقدار ہے۔

مضاربت اور قرض کے اس فرق کا منطقی تقاضا ہے کہ مضاربت میں محنت کار اس کا پابند ہوتا ہے کہ سپرد کردہ رقم سے صرف تجارت کرے، وہ تجارت کے علاوہ دوسرے تصرفات کا مجاز نہیں۔ کاروبار کے دوران اس کے تصرفات کی نوعیت وہی ہونا چاہیئے جو کاروباری افراد کے تصرفات کی عموماً ہوتی ہے لیکن قرضدار نے چاہے بالتصریح تجارت کرنے کے لئے رقم لی ہو تاہم وہ اس کا پابند نہیں کہ اس سے تجارت ہی کرے۔ اسے اس رقم پر مالکانہ حقوق حاصل ہونے کی وجہ سے یہ اختیار پیدا ہو جاتا ہے کہ اس رقم کا جو چاہے کرے۔ قرضدار پر کوئی ایسی شرط عائد نہیں کی جا سکتی جو اس کے حق تصرف کو محدود کر دے۔

(۵) مضاربت میں محنت کار کی وکیل یا نائب کی حیثیت کا تقاضا یہ ہے کہ کاروبار کے سلسلہ میں اس کے مالی تعہدات (FINANCIAL LIABILITIES) اصیل (یعنی سرمایہ کار) پر عائد ہوں گے۔

قرض کے معاملہ میں فریقین (قرضخواہ اور قرضدار) میں اصیل و نائب کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ لہذا دونوں میں کسی کے مالی تعہدات دوسرے پر عائد ہونے کا کوئی سوال نہیں۔ دونوں اپنی جگہ علیحدہ اور مستقل حیثیت رکھتے ہیں۔

(۶) مضاربت میں نفع میں محنت کار کی شرکت ثابت ہونے کی وجہ یہ نہیں کہ محنت کار سپرد کردہ سرمایہ کا مالک ہوجاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ محنت کار نے اس سرمایہ پر پیدائش دولت کے دوسرے عامل یعنی اپنی محنت کو صرف کیا ہے جس کے بغیر سرمایہ بارآور نہ ہوتا۔ سرمایہ کار کا حصہ نفع میں اس وجہ سے ہوتا ہے کہ سرمایہ پیدائش دولت کا ایسا عامل ہے جس کے بغیر محنت کار کی محنت وہ ثمرہ نہ دے سکتی تھی جو اس نے سرمایہ پر لگنے سے دیا۔ یہی وجہ ہے کہ جب تک سرمایہ سے عملاً پیداواری نہ ہوجائے محنت کار کا حصہ منافعہ میں ثابت نہیں ہوتا اور نہ وہ منافع میں اپنے حصے کا مطالبہ کرسکتا ہے۔

قرض کے معاملہ میں کیونکہ قرضدار قرض کی رقم کا مالک ہوجاتا ہے۔ لہذا اگر وہ اس رقم کو تجارت میں لگا کر اس پر اپنی محنت صرف کرتا ہے تو اس سے حاصل شدہ منافعہ خالص اسی کی ملکیت ہوگا۔ یہاں پر سرمایہ اور محنت، پیدائش دولت کے دونوں عامل، اسی کے ہیں، لہذا منافعہ کا وہی مالک ہوگا۔ قرضخواہ کا اس نفع میں کوئی حصہ نہیں ہوسکتا۔

(۷) مضاربت میں کاروبار میں نقصان ہونیکی صورت میں خسارہ سرمایہ کو انگیز کرنا ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک تو فقہ اسلامی کے نزدیک نقصان نام ہے مال کے جز رہالک کا[1]۔ دوسرے کیونکہ محنت اس مال پر صرف ہوچکی اور خسارہ کی صورت میں ضائع بھی ہوچکی اس لئے تقسیم خسارہ کی صورت یہی رہ جاتی ہے کہ اس نقصان کا بار مال پر ڈالا جائے۔ چنانچہ اگر مضاربت میں نقصان کی ذمہ داری محنت کار پر ڈالنے کی شرط کی جائے تو یہ شرط باطل ہے۔

قرض کے معاملہ میں اگر قرضدار رقم قرض سے کاروبار کرتا ہے تو خسارہ کی صورت میں نقصان اسی کو بھگتنا پڑے گا اور کیونکہ سرمایہ و محنت دونوں اسی کے ہیں اس لئے اس نقصان کو قرضخواہ پر ڈالنے کی کوئی صورت نہیں۔ قرضخواہ بہرحال ردِ مثل کا حقدار ہے۔

(۸) مضاربت میں فریقین میں سے کسی کا نفع مقرر و معین نہیں کیا جاسکتا۔ اگر پورا نفع صرف محنت کار کا قرار پایا ہے تو یہ معاملہ مضاربت کا نہ رہے گا بلکہ قرض کا ہوجائے گا۔ اگر پورا نفع صرف سرمایہ کار کا قرار پایا ہے تو یہ معاملہ وکالت بلا اجرت کا مانا جائے گا۔ اگر از روئے نسبت نفع کے علاوہ کچھ معین رقم سرمایہ کار

[1] یعنی نقصان کی تعریف یہ ہے کہ راس المال کا کچھ حصہ ضائع ہوجائے [illegible] بدائع الصنائع ج ۶/۸۲

یا محنت کار کی طے ہو گی تو۔

قرض کے معاملہ میں اگر قرضخواہ کوئی رقم مشروط طور پر قرضدار سے وصول کرتا ہے تو نہ یہ اُس کے مملوکہ سرمایہ کی بار آوری کا نتیجہ ہے نہ اُس کی محنت کے ذریعہ اسے حاصل ہوئی ہے اس لئے اس رقم کے جواز کی کوئی صورت نہیں۔

(۹) مضاربت کے فاسد ہونے کی صورت میں مضاربت کا معاملہ اجارہ میں تبدیل ہو جاتا ہے' محنت کار کی حیثیت اجیر کی ہو جاتی ہے اور اسے اپنی محنت کا معقول معاوضہ ملتا ہے اور نفع نقصان سب سرمایہ کار کے ذمہ ہوتا ہے۔ اس صورت حال کی وجہ بھی یہی ہے کہ شریعت حتی الامکان محنت کار کی محنت کو لغو نہیں کرنا چاہتی۔

قرض میں اس طرح کی کوئی صورت متصور نہیں۔

کمرشل انٹرسٹ اور مضاربت کے درمیان مذکورہ جوہری فرق کا معاملہ اس نتیجہ پر پہونچانے کے لئے بالکل کافی ہے کہ ان دونوں معاملات میں کسی ادنیٰ سے ادنیٰ اور دور از کار مشابہت کی بھی جھلک نہیں پائی جاتی۔ چہ جائیکہ یہ دعویٰ کیا جائے کہ کمرشل انٹرسٹ "بالکل مضاربت کی سی شکل ہے"۔

کمرشل انٹرسٹ اور مضاربت کے جس فرق کی طرف فاضل مقالہ نگار نے اپنے ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے کہ مضاربت میں حصہ رسدی منافع میں ہوتا ہے جو غیر معین ہے اور کمرشل انٹرسٹ میں معین نفع ہے[۵۱]۔ وہ کوئی اصولی اور بنیادی فرق نہیں ہے۔ وہ تو صرف ایک نتیجہ ہے مضاربت اور کمرشل انٹرسٹ کے دو بالکل علیحدہ اور مستقل معاملات ہونے کا۔ مزید براں جس طرح اس فرق کو پیش کیا گیا ہے وہ نہایت ناقص اور سخت غلط فہمی کا موجب ہے۔ اس فرق کو پیش کرنے کا صحیح طریقہ یہ تھا کہ یہ کہا جاتا کہ "مضاربت میں محنت کار' پیدائش دولت کے ایک عامل یعنی سرمایہ پر' جو دوسرے کی ملکیت ہے' پیدائش دولت کے دوسرے عامل کا اضافہ کر کے یعنی اپنی محنت صرف کر کے اس سرمایہ کی بار آوری کی صورت میں اس سے حاصل شدہ منافع میں ایک مقررہ نسبت پر اس سرمایہ کار کے ساتھ جائز طور پر شریک ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف کمرشل انٹرسٹ

---

۵۱ کمرشل انٹرسٹ ص ۷۳

میں قرضخواہ اپنے قرضدار کے اس نفع میں شریک ہوتا ہے جو اس قرضدار کے مملوکہ سرمایہ کی بار آوری کا نتیجہ ہو اور خالص اسی کی ملکیت ہو جبکہ اس منافعہ میں اس طرح شریک ہونے کا کوئی شرعی حق قرضخواہ کو حاصل نہیں۔ اسے حق ہے تو صرف اپنی قرض دی ہوئی رقم کے مثل کی واپسی کا۔ اس سے یہ بات بھی اچھی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ کمرشل انٹرسٹ کے معاملہ میں قرضدار کو اپنی جیب سے انٹرسٹ کی رقم کی ادائیگی کرنا پڑتی ہے برخلاف اس کے مضاربت میں محنت کار کی جیب سے کسی قسم کی ادائیگی کا کوئی سوال ہی نہیں ہے۔

فاضل مولف کی اس عبارت سے کہ "کمرشل انٹرسٹ اس پہلو سے بھی مضاربت ہو کہ جس طرح قرض لینے والا اپنے منافعہ کا ایک حصہ قرض لینے والے کو دیتا ہے اسی طرح یہاں بھی اپنے منافعہ ہی میں سے ایک معین حصہ ادا کرتا ہے[51]" معلوم ہوتا ہے کہ وہ مضاربت میں منافعہ کے حصول کی نوعیت اور شرکت کی صورت کے بارے میں غلط فہمی کا شکار رہے ہے۔ عبارتِ مذکورہ میں "اپنے منافعہ" کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ وہ مضاربت کے منافعہ کو محنت کار کی ملکیت سمجھتے ہیں حالانکہ جیسا اوپر واضح کیا گیا ایسا نہیں ہے۔ اس سے زیادہ شدید غلط فہمی یہ ہے کہ موصوف نے یہ لکھ کر کہ "قرض لینے والا اس میں بھی کماتا ہے اور اس میں بھی' قرض دینے والا وہاں بھی منافعہ میں شریک ہوتا ہے اور یہاں بھی[52]" مضاربت کو قرض کا معاملہ قرار دیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ محنت کار' سرمایہ کار سے قرض سرمایہ لے کر منافعہ کماتا ہے۔ اور اس میں سے سرمایہ کار کو رقم ادا کرتا ہے۔ حالانکہ جیسا بتایا گیا قرض اور مضاربت کے معاملات بنیادی طور سے دو قطعاً مختلف معاملے ہیں اور مضاربت کو کسی تاویل کے ذریعہ قرض کا معاملہ نہیں بنایا جا سکتا۔

اصل بات یہ ہے کہ مضاربت اور کمرشل انٹرسٹ پر گفتگو کرتے وقت فاضل مولف کی نظر اس حقیقت تک نہیں پہونچ سکی کہ مضاربت کے قالب میں شریعت اسلامیہ نے سرمایہ، محنت اور ملکیت کا ایک ایسا متوازن امتزاج پیش کیا ہے جو ان میں سے کسی تقاضے سے ادنیٰ تغافل برتنے کا روادار نہیں بلکہ ہر ایک کو اس کا صحیح مقام دیتا ہے اور جو کاروبار کے نت نئے طریقوں کی شرعی بنیادوں پر تنظیم

---

۵۱ کمرشل انٹرسٹ ص ۷۳۔ ۵۲ ایضاً۔

کے لئے اپنے اندر رہبری کا بہت بڑا سامان رکھتا ہے۔ برخلاف اس کے کمرشل انٹرسٹ ملکیت اور محنت کے تقاضوں کو لغو ٹھہرا کر صرف سرمایہ کی بالادستی کا اثبات کرتا ہے اور اسے استحصال کے پورے مواقع فراہم کرتا ہے۔ کمرشل انٹرسٹ اور مضاربت کے اصولی فرق کی معاشی بنیادوں کا گہرا مطالعہ اور اس بات کا پورا احساس کہ ایک کی روح دوسرے کی ضد ہے۔ موجودہ دور میں سرمایہ و محنت کی تنظیم اور تجارتی اور معاشی اداروں کی نئی تشکیل کیلئے انتہائی ضروری ہے۔ ضروری ہے کہ اب اس اصولی فرق کی طرف اشارہ کر دیا جائے جو کسی کاروبار میں نفع نقصان میں شرکت کے اصول پر سرمایہ لگانے (یعنی مضاربت) اور ایک متعینہ شرح سود پر کسی کو کاروبار کے لئے قرض دینے کے درمیان ہوتا ہے۔ مضاربت کی شکل میں سرمایہ کاروبار میں ذمہ دارانہ طور پر شریک ہوتا ہے اور قرض کی شکل میں وہ خود کو محفوظ رکھتا ہے اور کاروبار کی کامیابی یا ناکامی کا کوئی اثر قبول نہیں کرتا۔ کاروبار میں اصل خطرہ یہ ہے کہ کاروبار کرنے والے کے وہ اندازے جو وہ اشیاء کی طلب و رسد وغیرہ کے بارے میں کرتا ہے صحیح ثابت نہوں اور اس غلطی کے سبب وہ اپنے سرمایہ کو ایسے کام میں لگا دے جو انجام کار نفع بخش ثابت نہ ہو۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے اور برابر ہوتا رہتا ہے کہ اصل سرمایہ یا اس کا ایک حصہ ضائع ہو جائے۔ مضاربت کی صورت میں سرمایہ کے کاروبار میں ذمہ دارانہ طور پر داخل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ سرمایہ نے ان خطرات کے ہوتے ہوئے خود کو برضاء و رغبت کاروباری فریق (محنت کار۔ مضارب) کے فیصلوں کا تابع بنا دیا۔ کاروباری فریق نے جو بھی اسکیمیں بنائیں ان کو عملی جامہ پہنانا اسی سرمایہ کی بدولت ممکن ہوا۔ اسے مضاربت کے عقد کے تحت سرمایہ کار نے فراہم کیا اگر یہ سرمایہ نہ ہوتا تو کاروباری فریق کے اندازے کتنے ہی صحیح کیوں نہ ہوتے وہ عملاً پیدائش اشیاء اور ان کی فروخت سے قاصر رہتا۔ عقل و انصاف کا تقاضا ہے کہ ایسی شکل میں اگر نفع ہو تو اس نفع میں سرمایہ بھی شریک رہے۔ اگر کاروبار میں خسارہ ہوتا ہے تو بھی سرمایہ کار کو اس کا اثر قبول کرنا پڑتا ہے۔ یہ اثر بعض اوقات سرمایہ کے ایک حصہ سے ہاتھ دھو لینے کے مرادف ہوتا ہے۔ یہ بھی عقل و انصاف کے تقاضوں کے عین مطابق ہے کیونکہ سرمایہ کار کاروبار میں خسارہ کے امکان کو سامنے رکھنے کے باوجود کاروبار میں شریک ہوا تھا۔ کاروباری فریق کے اندازوں کے غلط نکلنے کی ذمہ داری تمام تر اس کی غلط بینی پر نہیں ہوتی کیونکہ طلب و رسد کے حالات اور بازار کا اتار

چڑھاؤ ایسی چیزیں ہیں جن کی بابت انسان قطعیت کے ساتھ کوئی پیش گوئی کرسکتا ہو۔ بسا اوقات یہ ایسے عوامل کا نتیجہ ہوتے ہیں جنمیں کاروباری فریق کا نہ کوئی دخل ہوتا ہے اور نہ اُن پر قابو پانے کی قدرت ۔ چنانچہ اگر نقصان ہوا تو کاروباری فریق کی محنت اور تگ و دو ضائع گئی۔ دوسری طرف سرمایہ دینے والے کو نفع سے محروم ہونا پڑا یا اپنے سرمایہ کے ایک حصہ سے ہاتھ دھونا پڑے۔ یہ بھی واضح رہے کہ کاروبار میں چاہے دوسرے خطرات کی تامین (INSURANCE) ممکن ہو مگر اس خطرے کی تامین ممکن نہیں کہ طلب و رسد اور بازار کے حالات کے بارے میں کاروباری فریق کے اندازے غلط ثابت ہوں۔

جب سرمایہ کار کاروبار میں ذمہ دارانہ طور پر خطرات کو انگیز کرنے کے ارادے سے داخل ہوتا ہے تو سرمایہ لے کر کاروبار کرنے والے فریق کی نفسیاتی کیفیت اس نفسیاتی کیفیت سے بالکل مختلف ہوتی ہے جو قرض سرمایہ لے کر کاروبار کرنے والے شخص کی ہوتی ہے۔ کاروباری فریق کو یہ معلوم رہتا ہے کہ اگر نقصان ہوا تو اسے اپنی محنت اور کاروباری جدوجہد کے ثمرات نیز اصحاب سرمایہ کے اعتماد سے محروم ہو جانا پڑے گا لیکن اسے یہ اطمینان رہتا ہے کہ اسے اپنے گھر سے رقم لگا کر پورا سرمایہ واپس نہیں کرنا ہوگا۔ اس کے برعکس قرض سرمایہ لے کر کاروبار کرنے والے شخص کو ہر لمحہ یہ احساس رہتا ہے کہ اگر خسارہ ہوا تو نہ صرف یہ کہ اسے اپنی محنت اور کاروباری جدوجہد کا کوئی ثمرہ نہیں ملے گا بلکہ گھر سے رقم لگا کر سرمایہ مع سود کے سرمایہ دار کو واپس کرنا پڑے گا۔ اس دوسری صورت میں وہ اپنے کاروباری فیصلوں میں وہ آزادی اور جرأت محسوس نہیں کرتا جو پہلی شکل میں کرتا ہے۔ اُسے پُر خطر RISKY فیصلے کرنے اور غیر متعین حالات میں قطعی فیصلہ کرنے میں وہ انشراحِ صدر میسّر نہیں ہو سکتا جو پہلی شکل میں ہو سکتا ہے اس فرق کی وجہ یہی ہے کہ قرض لیا ہوا سرمایہ اپنی بحفاظت واپسی کی ضمانت لے کر آیا ہے۔ یہی نہیں بلکہ خسارہ کی شکل میں بھی اسے مع سود کے واپس کرنا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کاروباری شخص اپنے میدانِ کار کو محدود کرنے اور بہت زیادہ احتیاط و تحفظ کی پالیسی اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے اور اُن پُرخطر اور غیر متیقن راہوں پر چلنے سے گریز کرتا ہے جن میں اگرچہ خسارہ کا امکان ہے لیکن کامیابی کی شکل میں بھاری نفع کا بھی امکان ہے۔

اس بات پر افسوس ہوتا ہے کہ فاضل مولف نے اپنے علم حدیث کے باوجود ایسی حدیثوں کے ذکر سے

پہلو تہی کی جو منافع کے اسلامی نظریئے (THEORY OF PROFIT IN ISLAM) کی تعیین و تشریح کے سلسلہ میں فیصلہ کن حیثیت رکھتی ہیں اور جن سے کمرشل انٹرسٹ کی فقہی حیثیت کے بارے میں بڑی گراں قدر رہنمائی مل سکتی تھی۔ پہلی حدیث "الخراج بالضمان"[1] ہے اور دوسری حدیث وہ ہے جس میں "ربح مالم یضمن"[2] کی نہی مروی ہے۔ فقہاء نے معاملات کے باب میں کتاب و سنت کی تشریحات اور ان احادیث کی روشنی میں اسلام کے نظریۂ نفع کو جس طرح سمجھا ہے وہ مختصر طور سے درج ذیل ہے۔

"وهذا لان الربح لا يستحق الا بالمال او العمل او بالضمان فرب المال يستحقه بالمال والمضارب يستحقه بالعمل والاستاذ الذي يلقي العمل على التلميذ بالنصف بالضمان ولا يستحق بما سواها الا ترى ان من قال لغيره "تصرف في مالك على ان لي ربحه" لم يجز لعدم هذه المعاني"[3]

اس کی وجہ یہ ہے کہ منافع کا حق صرف مال، محنت یا ضمان کی بنا پر حاصل ہوتا ہے، چنانچہ (مضاربت میں) سرمایہ کار اپنے مال کی بنا پر اور محنت کار اپنی محنت کی بنا پر اور وہ استاد جو اپنے شاگرد کو کام آدھوں آدھ پر کام دے دیتا ہے ضمان کی بنا پر منافع کا مستحق قرار پاتا ہے، منافع کا حق ان تینوں کے علاوہ اور کسی چیز کی بنا پر حاصل نہیں ہو سکتا چنانچہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے سے کہے کہ "تم اپنے مال میں اس شرط پر تصرف کرو کہ منافع میرا ہوگا" تو یہ اسی لئے جائز نہ ہوگا کہ مذکورہ تینوں چیزوں میں سے کوئی بھی نہیں پائی جاتی

بدائع میں اس کی کچھ تفصیل ملتی ہے۔ والاصل ان الربح انما يستحق عندنا اما بالمال واما

اصول یہ ہے کہ ہمارے نزدیک منافع کے حصول کا حق صرف مال، محنت یا ضمان کی بنا پر ہوتا ہے۔ مال کی بنیاد پر منافع

---

[1] ابوداؤد: بیوع ۷۱، ترمذی: بیوع ۵۳، نسائی: بیوع ۱۵۔ ابن ماجہ: تجارات ۴۳، احمد ۶/۴۹، ۲۰۸، ۲۳۷

[2] ولا ربح مالم یضمن، ترمذی: بیوع ۱۹، ابوداؤد: بیوع ۶۸، نسائی: بیوع ۷۱، ۷۲، ۷۶، ابن ماجہ: تجارات ۲۰، دارمی: بیوع ۲۶، احمد ۲/ ۱۷۵، ۱۷۹، ۲۰۵؛ وقال السیوطی فی الاشباہ والنظائر فی الفروع فی القاعدہ الحادیۃ عشر فی الکتاب الثانی "الخراج بالضمان ہو حدیث صحیح اخرجہ الشافعی ... وابن حبان من حدیث عائشۃ"

[3] ابن الہمام: فتح القدیر شرح ہدایہ ۵/۳۱

بالعمل واما بالضمان؛ اما ثبوت الاستحقاق بالمال فظاهر لان الربح نماء راس المال فيكون لمالكه ولهذا استحق رب المال الربح فى المضاربة واما بالعمل فان المضارب يستحق الربح بعمله فكذا الشريك، واما بالضمان فان المال اذا صار مضمونا على المضارب يستحق جميع الربح ويكون ذلك بمقابلة الضمان خراجًا بضمان بقول النبى عليه الصلوٰة والسلام الخراج بالضمان فاذا كان ضمانه عليه كان خراجه له والدليل عليه ان صانعا تقبل عملا باجر ثم لم يعمل بنفسه ولكن قبله لغيره باقل من ذلك طاب له الفضل ولا سبب لاستحقاق الفضل الا الضمان فثبت ان كل واحد منها سبب صالح لاستحقاق الربح فان لم يوجد شئ من ذلك لا يستحق بدليل ان من قال لغيره تصرف فى ملكك على ان لى بعض ربحه لم يجز ولا يستحق شيئاً من الربح لانه لا مال ولا عمل ولا ضمان[له]

کا استحقاق تو ظاہر ہو کیونکہ یہ منافعہ راس المال کے نمو کا نام ہے اس لئے راس المال کا مالک اس کا حقدار ہے اور یہی وجہ ہے کہ مضاربت میں سرمایہ کار منافعہ کا مستحق ہوتا ہے محنت کا معاملہ یہ ہے کہ مضاربت میں محنت کار اپنی محنت کی بنا پر ہی منافعہ کا مستحق ہوتا ہے۔ ایسا ہی معاملہ شریک کا بھی ہے۔ ضمان کے بارے میں یہ ہے کہ جب بھی مال کا ضمان محنت کار کے ذمہ ہو جائے تو وہ کل منافعہ کا مستحق قرار دیا جائے گا اور یہ ضمان کے مقابلہ پر خراج بضمان سمجھا جائے گا۔ بموجب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان "الخراج بالضمان" کے۔ لہذا جب بھی اس مال کا ضمان اس پر عائد ہو جائے گا تو اس مال کا خراج بھی اسی کا قرار پائے گا اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر ایک کاریگر اُجرت کے عوض ایک کام لے اور اُس کے بعد بجائے خود انجام دینے کے اس کو اس سے کم اُجرت پر کسی دوسرے کے سپرد کر دے تو یہ بچت اس کے لئے حلال ہو گی۔ اس بچت کے استحقاق کا سبب ضمان کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مذکورہ چیزوں میں سے ہر چیز کسی شخص کو منافع کا مستحق بنانے کے لئے کافی ہو لہذا اگر کسی جگہ ان میں سے ایک چیز بھی نہ پائی جائے گی تو منافعہ کا حق حاصل نہ ہو گا دلیل اس کی یہ ہو کہ اگر ایک شخص دوسرے سے یہ کہے کہ تم اپنے مال میں اس شرط پر تصرف کرو کہ منافعہ میں میرا حصہ ہو" تو یہ جائز نہیں اور وہ شخص منافعہ کے کسی حصہ کا مستحق نہ ہو گا اس کی وجہ یہی ہو کہ اس صورت میں نہ مال ہو نہ محنت اور نہ ضمان"

[له] الكاساني: بدائع الصنائع ٦/٦٢

مذکورہ بالا عبارتوں سے یہ بات پورے طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام کی نظر میں منافعہ کا استحقاق اپنے مال یا اپنی محنت یا ضمان کی بنا پر پیدا ہوتا ہے۔ اور ان تینوں میں سے کسی ایک کی موجودگی کسی شخص کو منافعہ کا حقدار بنانے کے لئے کافی ہے۔ لیکن اگر کسی معاملہ میں نہ اپنا مال ہو نہ اپنی محنت ہو اور نہ ضمان ہو تو اس سے حاصل شدہ منافعہ کے جواز کی کوئی صورت نہیں۔ اس اصول سے کمرشل انٹرسٹ کا حکم بھی بڑی آسانی سے متعین کیا جا سکتا ہے۔ کمرشل انٹرسٹ میں قرضخواہ کی جانب مذکورہ تینوں چیزوں میں سے کوئی نہیں پائی جاتی اس لئے یہ بالکل عیاں ہے کہ قرضدار کے منافعہ میں اس کا کوئی شرعی حق نہیں۔ اس کے برخلاف مضاربت میں سرمایہ کار کی جانب اس کا مال ہے اور محنت کار کی جانب اس کی محنت جس کی بنا پر فرداً فرداً دونوں منافعہ کے مستحق قرار پاتے ہیں۔ منافعہ کے استحقاق کا مذکورہ اصول مضاربت اور کمرشل انٹرسٹ میں کسی ادنیٰ مشابہت کے دعویٰ کی گنجائش باقی نہیں رہنے دیتا۔

تاہم موصوف کی یہ معذرت بجا ہے کہ "کمرشل انٹرسٹ کے حلال ہونے کے لئے اسے سو فیصد مضاربت ثابت کرنا ضروری نہیں بلکہ اس کے لئے صرف اسی قدر ثابت ہونا کافی ہے کہ یہ ربوٰا نہیں"[1]۔ اور یہ درست ہے کہ کمرشل انٹرسٹ کی حلت کے لئے صرف اتنا کافی تھا کہ موصوف یہ ثابت کر دیتے کہ کمرشل انٹرسٹ ربوا (یا کوئی دوسرا حرام کردہ لین دین) نہیں ہے۔ لیکن موصوف اس کے برخلاف کمرشل انٹرسٹ کو ربوٰ (حرام) اور ربح (حلال) کا مخلوط قرار دیتے ہیں اور اس طرح خود ہی اس کی حرمت پر دلیل قائم کر دیتے ہیں[2] کیونکہ اگر یہ فرض کر بھی لیا جائے کہ کمرشل انٹرسٹ میں ربح (حلال) بھی پایا جاتا ہے تو اس مخلوط کے دوسرے جز یعنی ربوا (حرام) کی حرمت سے بچنے کی کیا تاویل کی جا سکتی ہے جب کہ یہ جز اس مخلوط کا جز لاینفک ہے۔ (باقی)

---

[1] کمرشل انٹرسٹ ص ۴۷۔ [2] اس سلسلہ میں فقہ اسلامی کا اصول ملاحظہ ہو۔ اذا اجتمع الحلال والحرام۔ وورد جماعة حدیثا بلفظ ما اجتمع علیہ الحلال والحرام الا غلب الحرام۔ قال الحافظ ابو الفضل العراقی: ولا اصل لہ وقال السبکی فی الاشباہ والنظائر نقلاً عن البیہقی ہو حدیث رواہ جابر الجعفی رجل ضعیف عن الشعبی عن ابن مسعود وہو منقطع۔ قلت واخرجہ من ہذا الطریق عبد الرزاق فی مصنفہ وہو موقوف علی ابن مسعود لا مرفوع ثم قال ابن السبکی غیر ان القاعدة فی نفسہا صحیحة قال الجوینی فی السلسلة لم یخرج عنہا الا ما ندر۔ السیوطی: الاشباہ والنظائر فی الفروع الکتاب الثانی' القاعدة الثانیہ؛ نیز دیکھئے ابن نجیم: الاشباہ والنظائر' النوع الثانی القاعدة الثانیہ وقال" من فروعہا ما اذا تعارض دلیلان احدہما یقتضی التحریم والآخر الاباحة قدم التحریم۔